فہمِ قرآن

نماز اور قربانی

حمید الدین فراہیؒ

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (الکوثر ۱۰۸ : ۲)

ہم نے تجھے بخشا کوثر۔ پس اپنے خداوند ہی کی نماز پڑھ اور اسی کے لیے قربانی کر۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو کوثر ' (یعنی خانہ کعبہ کے عطیہ) کی بشارت دینے کے بعد' دو باتوں کا حکم دیا: نماز اور قربانی۔ اور امر کے صیغہ پر تعقیب کی **ف** داخل کی۔ قواعد زبان کے اعتبار سے تعقیب کی **ف**' سابق ولاحق' یعنی عطیہ اور حکم' کے درمیان نسبت اور تعلق کی دلیل ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ہم نے نظم کلام پر غور کیا' اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ربط کے بعض پہلو معلوم ہوئے جو ذیل میں ہم بترتیب بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اس حکم میں' بیت اللہ کی اس بخشش کا اصلی مقصود پنہاں ہے۔

کیونکہ یہ بخشش بہت بڑے مقصد کے لیے تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے'

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (الحج ۲۲ : ۴۱)

جو' اگر ہم ان کو زمین (مکہ) میں قبضہ دیں' تو نماز قائم کریں گے' زکوٰۃ دیں گے' معروف کا حکم دیں گے' منکر سے روکیں گے۔

ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے فرمایا گیا ہے'

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ (ابراہیم ۱۴ : ۳۷)

اے پروردگار ! میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو اس بن کھیتی کی زمین میں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے پروردگار ! اس لیے کہ یہ نماز قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔

اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے قدیم وطن سے ہجرت کر کے ایک بے آب و گیاہ سرزمین میں بسنا محض اس لیے تھا کہ اللہ واحد کی عبادت کا ایک مرکز تعمیر ہو، جو لوگوں کی عقیدت و انابت، سعی و طواف اور نذر و نیاز کا قبلہ بنے، اور جس طرح غلام اپنے آقا کی ڈیوڑھی پر گوش برآواز سرگرمِ خدمت رہتے ہیں، اسی طرح لوگ اس گھر کی طرف لبیک لبیک، لاشریک لک لبیک، کہتے ہوئے بڑھیں، اور اپنے امام کی زبان سے گھر والے کے اوامر و نواہی سے آگاہ ہوں۔ اسی لیے فرمایا: وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ، اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو کہ وہ تمہارے پاس آئیں۔ (الحج ۲۲ : ۲۷)

(یعنی تمہارے پاس حکمت و معرفت کی باتیں سننے آئیں۔ کیونکہ جس طرح مکہ لوگوں کے لیے مرکز اور سرچشمۂ برکت و ہدایت تھا، اسی طرح حضرت ابراہیمؑ لوگوں کے امام تھے۔ اس لیے آپ لوگوں کی میزبانی کرتے تھے، اور ان کی اصلاح و ہدایت کے لیے ان کے سامنے خطبہ دیتے تھے۔ ابتدائے بعثت میں آنحضرتؐ نے تبلیغ دین کے ارادہ سے اپنے خاندان کے لوگوں کی جو دعوت کی تھی وہ بھی اسی سنتِ ابراہیمی کی پیروی تھی۔ حج کے دوسرے مراسم کے ساتھ خطبہ کی یہ سنت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد باقی رہی)۔

پھر نیاز کے جو جانور ساتھ لائے ہیں ان کا گوشت خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ اور شکر گزار ہوں کہ آقا نے خود اپنی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے سوغات بخشی، اور پھر خود اس کو قبول فرما کر غلاموں کو سرفراز فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس گھر کی تعمیر نہایت عظیم الشان مقاصد کے لیے ہوئی ہے، اور خدا نے انہی مقاصد کی خدمت اور تکمیل کے لیے آنحضرتؐ کو اس پر قبضہ دیا ہے۔ ان مقاصد کا لبِ لباب دو چیزیں ہیں : نماز اور قربانی۔ بس اس عطیہ کے ذکر کے بعد ان دونوں چیزوں کا ذکر کردیا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ عطیہ یوں ہی نہیں مل رہا ہے بلکہ اس کے کچھ حقوق و فرائض ہیں جن کا اہتمامِ اصلی مقصود ہے۔ یہ بقائے حقوق کے عام اور معروف قانون کے مطابق ایک مسلمہ حق کا اظہار کیا گیا ہے۔ کیونکہ کوئی عطیہ بغیر کسی فرض کی ذمہ داری کے نہیں ملا کرتا۔ جب ہم کچھ لے رہے ہیں تو لامحالہ ہم کو کچھ نہ کچھ دینے کے لیے بھی آمادہ رہنا چاہیے۔...

۲ - بیت اللہ کے عطیہ کے ذکر کے بعد اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے جو اس کے بقا و قیام کی بنیاد ہے' [یعنی نماز و قربانی -]

چنانچہ نماز اور قربانی کا حکم تمام امت کے لیے عام ہوا' کیونکہ (بیت اللہ کی) یہ نعمت بھی پیغمبرؐ اور آپؐ کی امت کے لیے عام تھی۔ پیغمبر' امت کا وکیل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے جو کچھ اس کو ملتا ہے' اس میں امت بھی برابر کی شریک ہوتی ہے۔...

جب کوئی عبادت کسی عطیہ کے ساتھ مخصوص کردی جائے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کی پابندی ہی اس نعمت کے بقا کی ضامن ہو سکتی ہے۔...

یہاں' جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے' ہم کو حج اور اس کے دوسرے آداب و مناسک کا حکم دیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ "ہم نے تم کو کوثر بخشا" پس اس کے حقوق ادا کرتے رہو تاکہ یہ نعمت تمھارے لیے ہمیشہ باقی رہے۔ چاہے نماز اور حج کو الگ الگ لو یا دونوں کو ایک ساتھ لو' مراد اس سے حج ہی ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ حج نماز ہی میں سے ہے۔ حج کے اعمال و مراسم سے بھی اسی حقیقت کی تائید ہوتی ہے' اور یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ بیت اللہ کا مقصد نماز ہی ہے' اور اسی مقصد کے لیے اس کی تعمیر ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص نے استطاعت کے باوجود اس گھر کا حج نہ کیا' اس نے اس کا مقصد پورا نہیں کیا۔

بعینہٖ یہی حال قربانی کا ہے۔ جس نے حج کی قربانی کی سعادت حاصل نہ کی' وہ درحقیقت اصلی قربانی سے محروم ہے۔ جو شخص اس قربانی کے علاوہ کوئی قربانی کرتا ہے' وہ حجاج سے صرف ایک گونہ مشابہت حاصل کرتا ہے' اور یہ قربانی کرکے گویا وہ ایک دن حقیقی قربانی کی سعادت کے حصول کی تمنا ظاہر کر رہا ہے۔

بہرحال' جو پہلو بھی اختیار کرو' آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حج امت پر لازم ہے' اور جو شخص حج سے بے پروا ہوا' اس نے گویا اپنے آپ کو امت کے حلقہ سے الگ کرلیا۔...

۳ - اس میں پیغمبرؐ اور مسلمانوں کے لیے تسلی [کا سامان] ہے۔

گویا ان سے یوں کہا گیا ہے: "کفار نے تم کو جوارِ بیت اللہ سے جلاوطن کیا اور نماز و قربانی سے روکا لیکن اب کہ ہم تم کو کوثر بخشتے ہیں' پورے فراغِ خاطر اور ایک بڑی جماعت کے ساتھ اپنا حوصلہ پورا کرو۔" اس سے ایک طرف تو نماز' حج' قربانی اور دوسرے اعمالِ صالحہ کے لیے اس بے تابی کا اظہار ہو رہا ہے جو آنحضرتؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کو بے چین کیے ہوئے تھی' اور دوسری طرف اس میں بشارت' تسلی اور اظہارِ محبت کے بھی نہایت جاں نواز پہلو ہیں۔

۴ - یہ اس عہد کا بیان ہے جس کی ذمہ داری خدا کے عطیہ کے بعد از خود ہم پر عائد ہو جاتی ہے۔

کیونکہ نماز اور قربانی کے حکم کو خدا نے اپنے عطیہ کے ساتھ گویا مشروط کیا ہے' اس وجہ سے جب ہم نے خدا کا عطیہ قبول کرلیا تو لازماً اس حکم کو بھی اپنے اوپر واجب کرلیا۔ اور اس سے یہ بھی نکلا کہ جب تک ہم اس عہد پر قائم رہیں گے یہ عطیہ بھی ہمارے لیے باقی رہے گا۔

یہ بالکل اسی طرح کا معاملہ ہے جس طرح معاملہ آدم و حوا کے ساتھ ہوا تھا۔ خدا نے ان کو جنت میں سکونت اور ہر چیز سے آزادانہ فائدہ اٹھانے کی اجازت دی' لیکن ایک مخصوص درخت کے پاس جانے کی ممانعت کردی۔ جب انھوں نے خدا کے بخشے ہوئے عطیہ کو قبول کرلیا تو لازماً ان کے اوپر خدا کا یہ عہد بھی خود بخود واجب ہوگیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عہد ہی کے لفظ سے تعبیر فرمایا:

۵ - یہ عہد توحید کا بیان ہے۔

قرآن کے دلائل کا عام عنوان یہ ہے کہ وہ پروردگار ہے' اسی نے اپنی نعمتوں سے ہم کو مالا مال کیا ہے' اسی نے ہم کو خلعتِ وجود سے آراستہ کیا اور بہترین ساخت پر پیدا کیا' اور ہمارے لیے رزقِ طیب کا خوانِ کرم بچھایا۔ اس وجہ سے اسی کی عبادت اور اسی کی پرستش کرنی چاہیے۔

لیکن یہاں ایک مخصوص عظیم الشان نعمت کا ذکر ہے' اس وجہ سے توحید کا مطالبہ بھی اسی مخصوص پہلو سے کیا گیا ہے۔ یعنی جب خدا ہی نے ہم کو اس گھر کی خدمت و پاسبانی کی عزت بخشی ہے تو نماز و قربانی بھی اسی کے لیے مخصوص ہونی چاہیے۔ ... یہ حقیقت اِنَّآ (بے شک ہم نے) اور لِرَبِّکَ (اپنے خداوند ہی کے لیے) کے الفاظ پر غور کرنے سے سامنے آتی ہے۔ یعنی ہم ہی نے تم کو بخشا ہے' اس وجہ سے تمہارا فرض ہے کہ مشرکین کے برخلاف صرف ہماری ہی نماز پڑھو اور ہمارے ہی لیے قربانی کرو۔

نماز اور قربانی میں مناسبت

صرف یہ بات کہ خدا نے نماز اور قربانی کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے' ہم کو دعوت دیتی ہے کہ ہم ان دونوں کی باہمی مناسبت پر غور کریں۔ اسی اشارے نے ہمارے سامنے بے شمار حقائقِ حکمت کی راہ کھولی ہے۔ ہم ان کو بیان کرتے ہیں تاکہ ایک طرف آیت کا حسنِ نظم واضح ہو' اور دوسری طرف ان حقائق کی روشنی میں ہم یہ دیکھ سکیں کہ قرآن کی جو سورتیں اپنے الفاظ کے

اعتبار سے ایک قطرہ کی حیثیت رکھتی ہیں، وہ اپنے معانی کے اعتبار سے بحرِ بے کراں ہیں۔

۱۔ نماز اور قربانی میں وہی مناسبت ہے، جو مناسبت ایمان اور اسلام میں ہے۔

اس کی تفصیل سے پہلے ایک مختصر تمہید سن لینی چاہیے۔

دین کی بنیاد علم اور عمل کی صحت پر ہے۔ علم یہ ہے کہ ہم اپنے رب کو پہچانیں، اس کے ساتھ اپنے تعلق کو جانیں، اور پھر اس معرفت سے کبھی غافل نہ ہوں۔ اس علم سے لازماً محبت اور شکر کی ایک قلبی کیفیت و حالت پیدا ہوتی ہے۔ اسی قلبی کیفیت سے ایمان کا فیضان ہوتا ہے۔ اس طرح گویا علم و عمل میں وہی تعلق ہے جو اثر اور مؤثر اور ظاہر اور باطن میں ہوتا ہے۔ یعنی علم ایمان سے تعلق رکھتا ہے اور عمل اسلام سے۔

پھر، ایک دوسری حقیقت پر غور کرو۔ عمل جس طرح علم کا مقابل ہے، اسی طرح قول کا بھی مقابل ہے، یعنی قول، علم و عمل کے بیچ کی کڑی ہے۔ قول، ارادہ کا اوّلین ظہور اور عمل کا عنوان و دیباچہ ہے۔

اس تمہید کی روشنی میں اب نماز اور قربانی کے باہمی تعلق پر غور کرو۔

نماز ظاہر ہے کہ قول و اقرار ہے۔ یہ اٹھنا، بیٹھنا، جھکنا، سجدہ کرنا، ہاتھ اٹھانا، انگلی سے اشارہ کرنا کیا ہے؟ یہ سب اداؤں کی زبان سے ہمارا قول و قرار ہے۔ یہ ایمان کے بعد، راہِ اطاعت میں ہمارا پہلا قدم ہے۔ یہ اعمال کے دروازہ کی کلید ہے۔ اسی سبب سے یہ تمام شریعت کے دروازہ کا عنوان قرار دی گئی ہے۔ بہ کثرت آیات میں اس حقیقت کی طرف اشارات کیے گئے ہیں۔ . . .

حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں بھی اس حقیقت کی پوری تشریح ہے۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو اس کی صفتِ توحید کے ساتھ پہچان لینے کے بعد فرمایا،

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الانعام ۶:۷۹)

میں نے ہر طرف سے کٹ کر اپنا رُخ اس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

اس آیت میں جس توجہ الی اللہ کا ذکر ہے نماز اسی توجہ الی اللہ کی عملی تصویر ہے۔ اسی وجہ سے ہماری نمازوں کا عنوان یہی مبارک آیت قرار پائی۔

یہی بات، ایک دوسرے مقام پر ابطال شرک کے بعد، آنحضرتؐ کو مخاطب کرتے ہوئے یوں فرمائی:

فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ط فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ط لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ق وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (الروم ۳۰: ۳۰ - ۳۱)

اپنا رخ یکسو ہو کر دینِ الٰہی کی طرف سیدھا کرو۔ یہی اللہ کی فطرت ہے' جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اس میں فطرتِ الٰہی کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہے۔ یہی فطرت کا سیدھا دین ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اسی کی طرف متوجہ ہو ' اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم کرو۔ مشرکین میں سے نہ بنو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز تمام مخلوقاتِ الٰہی کی فطرت ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنی اسرائیل ۱۷: ۴۴)

ساتوں آسمان اور زمین' اور جو ان میں ہیں' اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور نہیں ہے کوئی شے مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے۔

معلوم ہوا کہ تمام اعمال میں سے نماز' ایمان سے سب سے زیادہ قریب' بلکہ ایمان کا اولین فیضان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کی فطرت ہے۔ (گویا نماز حقیقتِ ایمان کی تصویر ہے)۔

اب قربانی کی حقیقت پر غور کرو۔ قربانی' حقیقتِ اسلام کی تصویر ہے۔

جب حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا امام' ان کی مسجد کو ہمارا قبلہ' اور ان کے طریقہ کو ہمارے لیے دستور العمل بنایا' تو ایک واقعہ بیان کرکے ہمارے لیے قربانی کی حقیقت بھی آشکارا کردی' جس سے ضمناً" نماز کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ انھوں نے فرمایا'

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ' میں اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہوں' وہ میری رہبری فرمائے گا (یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرتا ہوں' وہ مجھ پر اپنی راہ کھولے گا)۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ' اے پروردگار مجھے صالحین میں سے بخش (یعنی اولاد صالح ' تاکہ میں ان کو لے کر تیری راہ پر چلوں' اور لوگوں کے لیے حق و ہدایت کی راہ کھلے)۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ' پس ہم نے اس کو ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی (یعنی حضرت اسماعیلؑ کی۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ' جب وہ اس عمر کو پہنچے کہ ان کے ساتھ دوڑ پھر سکیں۔ انھوں نے کہا' بیٹے میں نے خواب میں یوں دیکھا کہ تم

کو ذبح کر رہا ہوں (یعنی اللہ کے لیے)' اب تم بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے ؟ (یہ سوال اس لیے تھا کہ اس اطاعت میں فرمانبردار بیٹے کو بھی برابر کا شریک کرلیا جائے' کیونکہ حضرت ابراہیمؑ ہمیشہ کے لیے تسلیم و اطاعتِ الٰہی کی ایک راہ کھول رہے تھے' اور چونکہ اطاعت شعار فرزند دعا ہائے سحر کی قبولیت کے نتیجہ کے طور پر عطا ہوا تھا' اس وجہ سے اس کا عاقل اور حلیم ہونا معلوم تھا' یہ اندیشہ نہ تھا کہ اس کو اس امتحانِ بندگی میں شرکت سے انکار ہوگا)۔

قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ' انھوں نے جواب دیا' والد ماجد! جو حکم ملا ہے' اس کی تعمیل فرمایئے۔ ان شاء اللہ آپ مجھ کو ثابت قدموں میں پائیں گے۔ (یعنی حضرت اسماعیلؑ سمجھ گئے کہ ان کو حکمِ الٰہی کی تعمیل میں ذبح کیا جارہا ہے' اس وجہ سے انھوں نے وہ جواب دیا جو متوکلین کے شایانِ شان تھا)۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ ' پس جب دونوں امرِالٰہی کے سامنے جھک گئے اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل پچھاڑ دیا۔ (یعنی اس طرح دونوں نے اپنے کمالِ اطاعت و اسلام کو آشکارا کردیا۔ کیونکہ باپ نے اس چیز کو قربان کرنے کا عزم کرلیا جو اس کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی' اور بیٹے کی تو کل کائنات صرف اس کی جان ہی تھی)۔

وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰہِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ' اور ہم نے اس کو پکارا' اے ابراہیم ! تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ کھلی ہوئی جانچ یہی ہے۔ (اس اطاعتِ کاملہ نے ان کو درجۂ احسان کی سرفرازی بخشی' اور یہی کمالِ اسلام ہے۔ اس امتحان کے بعد ان دونوں کو خدا نے قوموں کا امام اور ہادیوں کا رہبر بنایا)۔

وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ' اور ہم نے اس کو بڑی قربانی کے عوض چھڑا لیا (الصّٰفّٰت ۳۷ : ۹۹ تا ۱۰۷)۔ (یعنی اس قربانی کی یادگار میں' قربانی کی ایک عالمگیر اور عظیم الشان سنت قائم کردی' جو قربانی کرنے والوں کی مغفرت کا وسیلہ ہے)۔

اس سرگزشت میں خدا نے ہمارے سامنے یہ حقیقت کھولی ہے کہ اسلام کی روح' خدا کی اطاعت اور اپنی عزیز سے عزیز متاع حتیٰ کہ جان کو بھی خدا کے حوالہ کردینا ہے۔ اور یہ بات بغیر کامل ایمان و اخلاص کے پیدا نہیں ہوسکتی۔ پس گویا ان دونوں کا رتبۂ کمال مقامِ احسان ہے۔ احسان کی حقیقت یہ ہے کہ اعبد ربک کانک تراہ (اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو)۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی اور نماز میں وہی تعلق ہے جو تعلق ایمان و

اسلام میں یا قول اور عمل میں ہے' اور احسان ان دونوں کا نقطۂ اتصال ہے۔

۲۔ نماز اور قربانی میں وہ نسبت ہے' جو نسبت زندگی اور موت میں ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نماز کی حقیقت یادِ الٰہی ہے۔ **وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ** ' اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو (طٰہٰ ۲۰:۱۴)۔

ذکر سے مقصود دوام ذکرِ الٰہی ہے۔ چنانچہ فرمایا : **اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ** ' جو اللہ کو یاد کرتے ہیں' کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (آل عمران ۳ : ۱۹۱)۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○

(الاحزاب ۳۳ : ۴۱ - ۴۳)

اے ایمان والو ! اللہ کو بہت یاد کرو' اور صبح و شام اس کی تسبیح پڑھو۔ وہ اور اس کے ملائکہ تم پر رحمت بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جائے اور وہ مومنین پر مہربان ہے۔

یعنی جس طرح تم اس کی یاد کرتے ہو' اور اس کی تسبیح پڑھتے ہو' اسی طرح وہ اور اس کے ملائکہ تم پر رحمت بھیجتے ہیں جس سے تمہاری روشنی بڑھتی ہے۔ چنانچہ فرمایا :

فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ ۲ : ۱۵۲)

پس مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔

یہی راز ہے کہ ہمارے رات دن کے تمام اوقات نمازوں سے گھیر دیے گئے ہیں اور کسی حال میں بھی اس سے معافی نہیں دی گئی ہے۔ نماز سانس کی طرح زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ وہ حقیقی زندگی جو نور' سکینت اور ایمان کے الفاظ سے تعبیر کی گئی ہے' صرف اللہ کی یاد سے باقی رہ سکتی ہے۔

غور کرو تو عقلاً" یہ بات بالکل واضح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بندوں کو عقل و تمیز کی صلاحیت بخش دینے کے بعد' خدا کی نظرِ کرم ان کی طرف اس وقت تک ملتفت نہیں ہونی چاہیے جب تک وہ اپنی توبہ و انابت سے اس کو دعوت نہ دیں۔ اس کا دستور ہے کہ جب بندہ شکر کرتا ہے اور پائی ہوئی نعمتوں کو کام میں لاتا ہے تو وہ نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے : **وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى** ' (محمد ۴۷ : ۱۷) جو طلب ہدایت میں سرگرم رہتے ہیں۔ ان کے نورِ ہدایت کو بڑھاتا ہے۔

توجہ الی اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے نام کی یاد کی جائے۔ خدا سے قرب حاصل کرنے کی راہ یہی ہے۔ اللہ سے قربت کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اس کو یاد رکھا جائے اور اس سے دوری کا مطلب یہ ہے کہ اس کی یاد سے غفلت ہو جائے (اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا)۔ جب بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اس سے قریب ہو جاتا ہے' جیسا کہ فرمایا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ○ (العلق ۹۶: ۱۹)

سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔

اس وقت اللہ کی نظرِ رحمت اس کو نوازتی ہے۔ اس کا سینہ انوار و تجلیاتِ الٰہی سے جگمگا اٹھتا ہے۔ اور اس کی روح ذکر و فکر کی گہرائیوں میں جس قدر اترتی جاتی ہے' زندگی اور قوت کے لازوال خزانوں سے اسی قدر قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں اسی حقیقت کی خبر دی گئی ہے:

بندہ نوافل کی راہ سے میری طرف بڑھتا رہتا ہے' یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں۔ اور جب میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں' تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

یہ اسی روحانی زندگی کا بیان ہے' جو حقیقی اور واقعی زندگی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز حقیقی زندگی کا سرچشمہ اور اس حیات سفلی سے نجات حاصل کرنے کا زینہ ہے۔

اب قربانی کی حقیقت پر غور کرو۔ اس کا اصلی مفہوم' جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی سرگزشت سے ظاہر ہے' نفس کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا ہے۔ یہ تسلیم و اطاعت کے ایک عظیم الشان واقعہ کی یادگار ہے۔ اس میں اس زبردست امتحان کی سرگزشت پنہاں ہے جس میں خدا نے ابراہیمؑ خلیل کو ڈالا تھا۔ اہل ایمان' راہ الٰہی میں اپنی جانیں قربان کرکے' اسی اطاعت و عبدیت کی یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ پس جس طرح نماز اللہ کے ساتھ ہماری زندگی ہے' اسی طرح قربانی اس کی راہ میں ہماری موت ہے۔ اور یہی حقیقی دین اور حقیقی اسلام ہے۔ چنانچہ فرمایا:

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

(الانعام ۶: ۱۶۱-۱۶۲)

کہہ دو میرے رب نے مجھ کو صراط مستقیم کی ہدایت بخشی۔ سیدھے دین' دینِ ابراہیم کی' جو صرف اللہ کا پرستار تھا اور مشرکین میں سے نہ تھا۔ کہہ دو میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں "نسک" سے مراد حج اور عمرہ میں قربانی کرنا ہے۔ لغت عرب سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ یہاں "صلوٰۃ اور "نسک" کو ایک ساتھ رکھا ہے' اور اس کے بعد علی الترتیب "محیا اور ممات" کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ نظم کلام' تو افق کے اصول پر' ان دونوں کی حقیقت اور ان کے باہمی تعلق کو بے نقاب کررہا ہے۔ یعنی نماز' مسلم کی زندگی ہے' اور اس کی قربانی' راہِ الٰہی میں اس کی موت ہے۔ پھر غور کرو تو یہ دونوں بالکل ایک ہیں' کیونکہ یہ موت ہی حقیقی زندگی کا دروازہ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرہ ۲ : ۱۵۴)

جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں' ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں' لیکن تم محسوس نہیں کرتے۔

۳ - نماز اور قربانی "حقیقی قربانی" کے دو بازو ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو صاحبِ عقل و ارادہ اور خیرو شر میں تمیز کرنے والا بنایا' تو ایک طرف تو اس کو عظمت و رفعت کا وہ مقامِ بلند بخش دیا جس سے برتر اور بلند کوئی اور مقام نہ تھا۔ دوسری طرف اس کو ذلت و پستی کے اس کنارہ پر کھڑا کردیا' جس سے بڑھ کر کوئی ذلت و پستی نہ تھی۔

چنانچہ بندہ جب اس منعم حقیقی سے بے پروا ہو جاتا ہے' تو جمالِ الٰہی کی روشنی اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے' اور وہ باطل کے دامِ فریب میں پھنس کر اپنے آپ کو ہوائے نفس کے حوالہ کردیتا ہے۔

(جب اس نے خدا سے منہ پھیر لیا' اور اپنے نفس کا غلام بن گیا' تو خدا نے اس کو اس کی خواہشوں کے حوالے کردیا جو اس کے قلب کے لیے حجاب بن گئی ہیں)۔

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ○ (المطففین ۸۳ : ۱۴ - ۱۵)

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی سیاہی جم گئی ہے' ہرگز نہیں! وہ اس

دن اپنے پروردگار کے دیدار جمال سے محروم ہوں گے۔

یعنی جس طرح وہ اس حیات دنیوی میں خدا کے نور ایمان سے محروم تھے' اسی طرح حیات اخروی میں اس کے دیدار جمال سے محروم ہوں گے۔ آدمی جو کچھ چاہتا ہے خدا کی طرف سے وہی اس کو ملتا ہے۔ جنھوں نے نفس اور شہوات نفس کی غلامی پسند کی' وہ نفس کے غلام بن گئے' اور قیامت کے دن اپنے نفس کی حقیقت سے دوچار ہوں گے' جس کا بیان یوں کیا گیا ہے کہ **ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ** پھر وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ (المطففین ۸۳ : ۱۶)

چنانچہ انسان کے لیے ضروری ہوا کہ وہ نفس کے صنم اکبر کو توڑے۔ اور نفس کی حقیقت پر جن لوگوں نے غور کیا ہے' ان کو معلوم ہے کہ نفس کے دو بازو ہیں : سبعیت اور بہیمیت۔ اس وجہ سے ضروری ہوا کہ انسان کو ان دونوں بازوؤں کے توڑنے کی تدبیر بتائی جائے۔

(۱) اول' یعنی سبعیت کے توڑنے کی تدبیر یہ ہے کہ اللہ کے حضور خشیت و تذلل کے ساتھ نماز کی پابندی کی جائے۔ نفس کے کبر و نخوت کا سر صرف نماز ہی سے کچلا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خشوع' نماز کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو ہے۔ ان آیات پر غور کرو۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ○ (الاعراف ۷ : ۲۰۵ - ۲۰۶)

اپنے رب کو دل میں یاد کرو' گڑگڑاتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور پست آواز میں صبح اور شام' اور بے خبروں میں سے مت بنو۔ جو لوگ تمھارے رب کے پاس ہیں وہ اس کی بندگی سے اباء نہیں کرتے۔ اور اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ (الفرقان ۲۵ : ۶۳ - ۶۴)

اور خدائے رحمٰن کے بندے وہ ہیں' جو زمین پر خاکساری کے ساتھ چلتے ہیں' اور جب جاہل لوگ ان سے الجھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ! اور جو اپنی راتیں خدا کے حضور سجدہ و قیام میں بسر کرتے ہیں۔

[یہاں] نماز سے پہلے ان کی خاکساری کا تذکرہ کیا ہے' کیونکہ نماز کی حقیقت نفس کو نخوت سے پاک کرنا ہے' جو لوگ برابر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور خدا کے جلال و جبروت اور اس

کی نعمت و رحمت کی یاد تازہ رکھتے ہیں، ان کے چہروں سے تواضع اور محبت کا جمال ٹپکتا رہتا ہے۔

(۲) دوسرے بازو یعنی بہیمیت کے توڑنے کی تدبیر یہ ہے کہ نفس اس دنیا کی جن مرغوبات میں لذت پاتا ہے ان سے اس کو علیحدہ کیا جائے۔ اس کے تین درجے ہیں۔

پہلا درجہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جان قربان کی جائے۔ اس کا بلند ترین مقام لختِ جگر کی قربانی ہے۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کو ان کے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے حکم سے جانچا گیا، جو ان کی محبوب ترین اولاد تھے۔ ان کے محبوب ترین ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب فرشتہ نے حضرت اسحاقؑ کی ولادت کی خوش خبری دی تو انھوں نے کہا، اسماعیل زندہ رہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ کس قدر والہانہ محبت تھی۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اطاعتِ الٰہی کی راہ میں مصائب و آلام جھیلے جائیں، اور لذات سے کنارہ کشی اختیار کی جائے، کیونکہ زندگی کے بعد نفس کو سب سے زیادہ محبوب لذات ہی ہیں۔ روزہ اس منزل میں بہترین رہبر ہے۔ مقامِ قربانی کے مدارج میں سے ضعفاءِ طریق کی پہنچ اسی حد تک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ سب سے بلند درجہ کے حصول کی راہ کیا ہے، تو انھوں نے فرمایا: یہ روزہ اور نماز سے حاصل ہوتا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ مال کو، جو تمام لذات کے حصول کا ذریعہ ہے، خدا کے راستہ میں خرچ کیا جائے۔ اس منزل میں رہبر زکوٰۃ ہے۔ متعینہ زکوٰۃ سے زیادہ خرچ کرنے میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو چیز غرور کا سبب ہوتی ہے آدمی اس کو خدا کی راہ میں لٹا دیتا ہے۔ پھر چونکہ مقصود ذبحِ بہیمیت سے نفس کو ان چیزوں کی غلامی سے چھڑانا ہے جن کی لذتیں اس پر گھیرے ڈال رہی ہیں، اس وجہ سے ضروری ہوا کہ خدا کی راہ میں وہ چیز خرچ کی جائے جو نفس کو محبوب ہو۔ چنانچہ اسی سبب سے فرمایا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران ۳: ۹۲)

تم اس وقت تک وفاداری کا درجہ نہیں حاصل کر سکتے جب تک ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو، جو تمھیں محبوب ہیں۔

یہ جو قربانی کے جانوروں کو فربہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں بھی یہی حکمت ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کو محبوب ترین اولاد کے ذبح کا حکم دے کر تو یہ حقیقت بالکل ہی آشکارا کر دی گئی ہے۔ نیز چونکہ قربانی کا حقیقی مرتبہ کمالِ جان کی قربانی تھا، اس وجہ سے خون بہانا اس کی اصل علامت قرار پایا۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نماز اور قربانی اپنی حقیقت کے اعتبار سے ذبح نفس کے دو پہلو ہیں' ایک حدیث میں بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ **قربان ھذہ الامہ بدمائھا وصلوٰتھا**' اس امت کی قربانی' بذل نفس اور نماز کے ذریعہ سے ہے۔

۴ - نماز اور قربانی دونوں ایک دوسرے پر مشتمل ہیں۔

یعنی نماز ایک پہلو سے قربانی ہے' اور قربانی ایک دوسرے پہلو سے نماز ہے۔ نماز کا قربانی ہونا واضح ہے۔ البتہ قربانی کا نماز ہونا محتاج تفصیل ہے۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ قربانی کی حقیقت' راہِ الٰہی میں جان کی قربانی ہے۔ اس اعتبار سے ظاہر ہے کہ یہ ایک دوسری صورت میں بعینہٖ نماز ہے۔ نماز میں زبان اور اداؤں کے ذریعہ سے ایمان کا اقرار کیا جاتا ہے' اور قربانی میں اسی ایمان کی تصدیق جان دے کر کی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے خدا کی راہ میں جان دینے کا نام شہادت ہوا۔ نیز قربانی میں کمال درجہ خضوع اور اطاعت ہے۔ اس وجہ سے نماز کی اصلی روح' اقرارِ توحید اور خضوع' کی یہ سب سے زیادہ حامل ہے۔ علاوہ ازیں اس کے تمام آداب بھی اس کے نماز ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً

الف - قربانی خانہ کعبہ کے پاس ہوتی ہے' جو مرکز نماز ہے۔

ب - اس کا آغاز بسم اللہ و اللہ اکبر سے ہوتا ہے۔

ج - قربانی اور قربانی کرنے والے دونوں کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔

د - اونٹوں کو کھڑے کرکے قربان کیا جاتا ہے' جس میں قیامِ نماز کی جھلک پائی جاتی ہے۔

ھ - مینڈھوں کو لٹا کر قربان کیا جاتا ہے' جس کو سجدۂ نماز سے مشابہت ہے۔

پھر آغازِ نماز کی دعا جو قرآن میں وارد ہے' وہی دعا قربانی کے وقت بھی پڑھی جاتی ہے۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ (الانعام ۶ : ۷۹)

میں نے ہر طرف سے کٹ کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا' اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (الانعام ۶ : ۱۶۲ - ۱۶۳)

بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی' میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے' اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ ابراہیمؑ ـــ واقعہ کے سلسلہ میں فرمایا:

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ۞ (الصّٰفّٰت ۳۷ : ۱۰۳)

جب ان دونوں نے امرِ الٰہی کے سامنے اپنا سر جھکا دیا اور ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا۔

یعنی ان کے ظاہر و باطن دونوں خدا کی طرف متوجہ ہوگئے' اور ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو سجدہ میں ڈال دیا۔

اسی طرح قربانی کے ذکر میں فرمایا:

وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰهَا لَكُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَـكُمۡ فِيۡهَا خَيۡرٌ ۖ فَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا صَوَآفَّ (الحج ۲۲ : ۳۶)

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں سے قرار دیا۔ ان میں تمہارے لیے فوائد ہیں۔ پس ان پر اس حال میں' کہ وہ صف بصف ہوں' اللہ کا نام لو۔

یعنی جس طرح تم نمازوں میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہو' اسی طرح وہ بھی ذبح کے وقت قطار میں کھڑے کیے جائیں۔

۵ ـ نماز اور قربانی' دونوں' ذکر الٰہی ہیں۔

نماز کا ذکر ہونا تو متعدد آیات سے واضح ہے۔ رہا قربانی کا ذکر ہونا' تو یہ بھی قرآن سے ثابت ہے۔ فرمایا:

لِيَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ (الحج ۲۲ : ۳۴)

تاکہ اللہ کے نام کو یاد کریں' ان چوپایوں پر جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَـكُمۡ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ (الحج ۲۲ : ۳۷)

اسی طرح ان کو تمہارے لیے مسخر کیا تاکہ تم اس ہدایت پر جو اللہ نے تم کو بخشی ہے' اس کی بڑائی کرو (یعنی دین توحید اور اسلام کے دیے جانے پر)۔

اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح تکبیر کے ذریعہ سے ہم نماز میں اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں بعینہ اسی طرح قربانی کے وقت بھی کرتے ہیں۔

۶ ـ نماز اور قربانی' دونوں شکر ہیں۔

نماز کا شکر ہونا تو بالکل ظاہر ہے' یہاں تک کہ بعض جگہ نماز کو تعبیر ہی شکر کے لفظ سے کردیا گیا ہے۔... سورۂ فاتحہ نماز کی جان ہے' اور معلوم ہے کہ اس سورہ کی بنیاد شکر ہی پر ہے۔

اب قربانی پر غور کرو۔ یہ بات بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور دنیا والوں سے بالکل مستغنی ہے۔ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ' وہ کھلاتا ہے لیکن کھاتا نہیں۔ (الانعام ۶ : ۱۴) اس نے جو نعمتیں ہم کو بخشی ہیں' ان میں سے کچھ ہم اس کی راہ میں محض اس حقیقت کا اعتراف کرنے کے لیے قربان کرتے ہیں' کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت اور اسی کا انعام ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے قربانی کے وقت ہم یہ الفاظ کہتے ہیں: منک ولک' تیری ہی بخشی ہوئی نعمت اور تیری ہی راہ میں۔ اسی وجہ سے فرمایا ہے: كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اسی طرح ہم نے ان کو مسخر کیا' تاکہ تم شکر کرو (الحج ۲۲ : ۳۶)۔

اور جس طرح نماز اللہ کی تمام ظاہری و باطنی نعمتوں پر ایک عام شکر ہے' اسی طرح قربانی بھی محض منافع دنیاوی کا شکر نہیں ہے بلکہ عمومی شکر کا وہی پہلو اس میں بھی ملحوظ ہے جو نماز میں ملحوظ ہے۔

۷ - نماز اور قربانی دونوں تقویٰ کی فرع ہیں۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس سے آدمی کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں' یا جس سے وہ ڈرتا ہے' اس کو برابر یاد رکھتا ہے۔ نماز اسی ذکر کے قائم رکھنے کے لیے ہے۔ چونکہ بندہ کو خدا کی رضا مطلوب ہوتی ہے اور وہ اس کے غضب سے ڈرتا ہے' اس وجہ سے وہ اس کے سامنے روتا اور گڑگڑاتا ہے۔...

اب قربانی کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ نے چوپایوں پر انسان کو جو غلبہ اور تسلط دیا ہے' اس میں ایک قسم کی آقائی اور بندگی کی نمود ہے۔ اس وجہ سے ضروری ہوا کہ اظہارِ خشوع اور اقرارِ بندگی کے ذریعہ سے اس غرور کو مٹا دیا جائے' اور قربانی کے وقت بندہ کی زبان پر شکرِ نعمت اور اقرارِ عبدیت کے ایسے الفاظ جاری کیے جائیں جن سے خدا کی ملکیت اور پروردگاری اور اس کی وحدت و یکتائی کا اظہار ہو۔

غور کرو ان تمام باتوں میں تقویٰ کی کس قدر جلوہ گری ہے۔ تقویٰ ہی چونکہ ان تمام حقائق کا جامع تھا' اس وجہ سے وہی قربانی کی حقیقت قرار پایا۔ بندہ تقویٰ کی ہی راہ سے قربِ الٰہی کے مرتبہ کو پہنچتا ہے۔ اس وجہ سے کوئی قربانی اس وقت تک قبول نہیں ہوتی' جب تک اس میں تقویٰ نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا: اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ' اللہ صرف متقین کی قربانی قبول کرتا ہے

(المائدہ ۵ : ۲۷)۔

۸ - نماز اور قربانی منازلِ آخرت میں سے ہیں۔

نماز رجوع الی اللہ اور حشر میں پروردگار کے حضور ہمارے کھڑے ہونے کی تصویر ہے۔ گویا بندہ جس وقت نماز میں کھڑا ہوتا ہے اس وقت وہ خدا کے سامنے حاضری کے دن کو یاد کر رہا ہوتا ہے۔ یہ اشارہ مندرجہ ذیل آیت سے نکلتا ہے :

اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝
(البقرہ ۲ : ۴۵ - ۴۶)

بے شک وہ (نماز) گراں ہے' مگر ان خوف رکھنے والوں پر جن کو گمان ہے کہ ان کو اپنے رب سے ملنا ہے اور ایک دن وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

جن لوگوں کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ایک دن خدا کی طرف لوٹنا اور اپنے تمام اعمال و اقوال کی جواب دہی کرنی ہے' وہ تمام غفلتوں اور گناہوں سے تائب ہو کر لازماً اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اور جو خشیت اور پستی خدا کے سامنے آخرت میں ان پر طاری ہونے والی ہے' اس کا عکس دنیا ہی میں ان پر نظر آنے لگتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ خدا حشر کے دن جب ہم کو پکارے گا' تو ہم اس کی حمد پڑھتے ہوئے قبروں سے نکل کر اس کی طرف بھاگیں گے۔ اسی طرح نمازی نماز کی پکار کی طرف لپکتے ہیں' اور صف بستہ ہو کر خدا کی حمد کرتے ہیں۔

بعینہ یہی حقیقت قربانی میں بھی جلوہ گر ہے۔ وہ بھی نماز کی طرح رجوع الی اللہ ہے۔

جس طرح چوپایوں کو خدا نے ہمارے لیے مسخر کیا ہے' اسی طرح ہمارے جسموں کو بھی ہمارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ ایک معین مدت تک کے لیے نرمی اور حسن سلوک کے ساتھ ہم ان کو اپنا مرکب بنائیں اور پھر ان کو خدا کے حوالے کر دیں۔ جس طرح قربانی کے جانوروں کو ہم بیت اللہ کی طرف لے جاتے ہیں' اسی طرح اپنے اجسام کو بھی لے جاتے ہیں :

اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو' کہ آویں تمہارے پاس پیادہ پا اور لاغر اونٹوں پر جو آئیں گے گہرے راستوں سے۔

دیکھو ' ہمارے جسموں اور ہمارے چوپایوں کے لیے سمتِ سفر ایک ہی معین ہوئی۔ اور یہ اشتراک ہر چیز میں نمایاں ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ ہم جانوروں کی طرح اپنے جسموں کو ذبح نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت اسماعیلؑ کی جان اس چیز کے عوض چھڑا لی گئی جو

ان کی قائم مقام بن کر قربان ہوئی' اسی طرح ہم جانوروں کے فدیہ کے عوض اپنی جانوں کو چھڑا لیتے ہیں۔ لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیلؑ کا ہدیہ ایک دوسری شکل میں قبول فرمایا کہ حضرت اسماعیلؑ کو اپنے گھر کی خدمت کے لیے مخصوص فرما لیا' اسی طرح ہم بھی اپنی جانوں کو فدیہ دے کر چھڑا تو لیتے ہیں لیکن وہ ہم کو واپس نہیں کر دی جاتی ہیں' بلکہ وہ ہماری امانت میں دے دی جاتی ہیں تاکہ جب ضرورت پیش آئے ہم اللہ کی راہ میں ان کو قربان کرسکیں۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (التوبہ ۹: ۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کا مال جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' پس قتل کرتے ہیں اور شہید ہوتے ہیں۔

پیروی اسلام کا عہد کرلینے کے بعد ہم خدا کے ہاتھ بک جاتے ہیں' اسی عہد کی تجدید کے لیے ہم اس کے آستانہ پر حاضر ہوتے ہیں اور حجرِ اسود کو ہاتھ لگا کر اس عہد کو از سرِ نو تازہ کرتے ہیں۔ یہ ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے عہد کی ہماری طرف سے توثیق اور اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے ہماری طرف سے اقرار ہوتا ہے۔

پھر حج کا اجتماع میدانِ حشر میں ہمارے کھڑے ہونے کی بھی تصویر ہے۔ اس پہلو سے نماز' حج اور قربانی' ان تینوں کو آخرت سے نہایت قریبی نسبت ہوئی۔

۹ - نماز اور قربانی' ابوابِ صبر میں سے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جو بندہ اللہ کے وعدہ پر پورا بھروسہ کرکے نماز کی پابندی کرتا ہے' اس کی مثال اس درخت لگانے والے کی ہے جو شب و روز اپنے لگائے ہوئے پودے کی نگہداشت کرتا ہے' اس کی خدمت کرتا ہے' اس کو پانی دیتا ہے' اور اس کے پھل لانے کا منتظر ہے۔ دوسروں کی غفلت و سرمستی' اس کی اس سرگرمی و خود فراموشی میں کوئی کمزوری نہیں پیدا کرتی۔ لوگ اس کی امیدِ موہوم پر ہنستے ہیں' لیکن وہ خدا کی شکرگزاری اور اطاعت کے جس جادۂ مستقیم پر چل رہا ہے برابر اس پر سرگرمِ سفر ہے' اور لوگوں کے ہنسنے اور مذاق اڑانے سے اس کی ہمت پست نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے یہ باتیں اس وقت تک نہیں ہوسکتیں جب تک آدمی میں ارادہ کی غیر معمولی پختگی اور انجام کار کی کامیابی کا غیر متزلزل یقین نہ ہو۔ چنانچہ اسی وجہ سے قرآن مجید نے صبر اور نماز کو متعدد آیات میں ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔۔۔۔ اللہ کے عہد پر قائم رہنا' اس پر

پورا بھروسہ کرنا' اس کی راہ میں مصائب جھیلنا اور انجام کار کی کامیابی کا منتظر رہنا کتنی کٹھن راہ ہے اور اس میں ہر قدم پر صبرو ثبات کی کتنی ضرورت پیش آتی ہے۔

یہی حال قربانی کا بھی ہے۔ یہ اس عظیم الشان صبر کی تعلیم پر مبنی ہے جس کا نمونہ ابراہیم خلیلؑ نے پیش کیا۔ بڑھاپے تک خدا نے ان کو کوئی اولاد نہیں بخشی' لیکن جب بخشی اور ایسی اولاد بخشی جس کے حسنِ باطن اور حسنِ ظاہر نے ان کو اپنا گرویدہ بنا لیا' تو اسی اولاد کو خدا نے اپنی راہ میں قربان کرنے کا حکم دے دیا۔ غور کرو' کتنا کٹھن امتحان تھا! لیکن حضرت ابراہیمؑ کے پائے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہیں ہوئی' بلکہ وہ خدا کے شکر گزار ہوئے کہ اس نے ان سے وہ چیز مانگی جو ان کو تمام دنیا میں سب سے زیادہ عزیز و محبوب تھی۔...

نماز اور خدا کی جانی و مالی آزمائشوں کے وقت صبر میں جو تعلق ہے' اس کو **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ... الخ ... شَاکِرٌ عَلِیْمٌ** (البقرہ ۲ : ۱۵۳ - ۱۵۸) میں بے نقاب کردیا گیا ہے۔

اس آیت میں مروہ کا بھی تذکرہ ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی قربانی کی تھی۔ غور کرو اس آیت میں نماز' صبر' جہاد' مصائب اور مقامِ قربانی کا تذکرہ ایک ساتھ ہوا ہے۔ ایسا کیوں ہے ؟ اس وجہ سے کہ ایک جامع حقیقت نے ان سب کا رشتہ ایک ساتھ جوڑ دیا ہے۔

۱۰ - نماز اور قربانی ' دونوں میں اس امر کا اقرار و اعتراف ہے کہ ہر چیز خدا ہی کی ملکیت ہے' اور تمام نعمتیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں۔

نماز میں تو یہ حقیقت بالکل ظاہر ہی ہے' اس کی بنیاد ہی شکر اور اقرارِ ربوبیت پر ہے۔ غور کرنے سے یہی بات قربانی میں بھی معلوم ہوتی ہے۔ یہ بھی زبانِ حال سے گویا اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ ہم قربانی کرکے گویا اقرار کرتے ہیں کہ ہر چیز خدا ہی کی ملکیت ہے' تمام نعمتیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں' ہماری جانیں اور ہمارے مال سب اللہ کے خزانۂ جود و فیض ہی سے ہم کو نصیب ہوئے۔ اس وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو خدا ہی کے حوالہ کریں اور اسی کی اطاعت و بندگی کی راہ میں ان کو استعمال کریں۔ یہ ہم کو اسی لیے بخشے گئے ہیں کہ ہم اس کے فضل و احسان کا شکر ادا کریں اور جہاں اس کی مرضی ہو وہاں ان کو قربان کردیں۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے' اس وجہ سے ہم صرف اسی کی بندگی کرتے ہیں اور اسی کے حضور سجدے کرتے ہیں' اور جو کچھ اس کا بخشا ہوا ہے اسی کے دربار میں پیش کرتے ہیں۔ اسی نے ہماری زبانوں پر **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ**

اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ کا اقرار جاری کیا۔ یعنی ہم اور ہماری تمام ملکیت خدا ہی کے لیے ہیں۔ حکومت اور احسان صرف اسی کی صفت ہے، ہمارے لیے صرف اطاعت اور شکر گزاری ہے۔ جس طرح ملکیت صرف مالک کی طرف لوٹتی ہے، اسی طرح ہم کو بالآخر خدا ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے لیے کسی چیز سے بھی، یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی، متمتع ہونا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک ہم اس کا نام لے کر، اس کی بخشش کا اقرار نہ کرلیں۔ اسی چیز کی تعلیم کے لیے اس نے ہمارے لیے قربانی کا فریضہ ٹھہرایا، تاکہ جو انعام و بہائم اس نے ہمارے لیے مسخر کیے ہیں ہم ان کو اس کے نام پر قربان کریں۔

چونکہ ہمارے قبضہ میں جو کچھ ہے سب خدا ہی کی ملکیت ہے، اس وجہ سے اسراف ناجائز ہوا۔ اور چونکہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی ما لکیت کی سب سے بڑی شہادت دی، یہاں تک کہ اپنی جان اور اپنے محبوب لختِ جگر کو بھی اس کی راہ میں پیش کردیا، اس وجہ سے قربانی کے بیان کے لیے انھی کا نمونہ مثال قرار دیا گیا، کیونکہ خدا کی امانت خدا کے حوالہ کرنے کی اس سے بڑھ کر کوئی اور مثال نہیں تھی۔

۱۱- نماز اور قربانی، یہ دونوں تقرب الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے۔ نماز کی سب سے زیادہ نمایاں حقیقت توجہ الی اللہ ہے۔ جو شخص نماز میں ہے وہ گویا اپنے رب کے حضور کھڑا ہے اور اس سے مناجات و گفتگو کررہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دہنے بائیں کسی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ اس پہلو سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ نماز نہ صرف ذریعۂ تقرب بلکہ عینِ تقرب ہے۔ یہ آیت اس کی دلیل ہے۔ وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ '۔ میرے خیال میں عربی میں صلوٰۃ کا اصلی مفہوم بھی قربت و قربیہ ہی کا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف بڑھنا اور اس میں داخل ہو جانا۔ اسی لیے گھوڑ دوڑ کے اس گھوڑے کو جو اگلے گھوڑے کے بعد ہو مصلی کہتے ہیں۔ جو شخص آگ کے پاس نہایت قریب ہو کر تاپ رہا ہو، اس کو صالی کہتے ہیں۔ یہی لفظ اس شخص کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا جو آگ میں گھس جائے۔

بعینہٖ یہی حقیقت قربانی میں بھی مضمر ہے۔ قربانی کرنے والا اپنی قربانی ایسی جگہ لاتا ہے، جو اس کے خیال میں خدا کی طرف سے اس عبادت کے لیے مخصوص اور مقدس ہوتی ہے۔ یہود کے یہاں بیت المقدس کے سوا کسی دوسری جگہ قربانی جائز نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے لیے جس طرح تمام روئے زمین کو مسجد ہونے کا شرف حاصل ہوا، اسی طرح قربانی بھی ان کے لیے ہر جگہ جائز ہوئی۔ تاہم جس طرح مسجد کی نماز کو فضیلت حاصل ہے، اسی طرح قربان گاہ پر قربانی کرنا بھی

افضل ہے۔ چنانچہ جس طرح ہم ان کی تعمیر کی ہوئی مسجد کے لیے سفر کرتے ہیں' اسی طرح اپنی قربانی کے جانوروں کو بھی ان کی قربان گاہ پر لے جاتے ہیں۔ ان باتوں کا مقصد ہمارے دل میں یہ اعتقاد راسخ کرنا ہے کہ ہماری حیثیت خدا کے غلاموں اور چاکروں کی ہے جو لبیک کہتے ہوئے آقا کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں' اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بندگی کے اقرار کے لیے اپنی قربانیاں اس کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔ ۱۲ - نماز اور قربانی عبادت کے تمام طریقوں میں سب سے زیادہ قدیم' اور فطرت انسانی میں سب سے زیادہ اترے ہوئے ہیں۔

سجدہ' رکوع اور نذر' اظہار بندگی کے وہ مقبول عام طریقے ہیں جو ہر قوم و ملت میں' عام اس سے کہ وہ ایک خدا کی پرستار رہی ہو یا متعدد دیوتاؤں کی' اس نے کسی روح یا بت کو پوجا ہو یا کسی انسان کو معبود بنایا ہو' عام رہے ہیں۔ نماز اور قربانی کی مقبول و محبوب عبادت کسی نہ کسی شکل میں' خواہ وہ کتنی ہی مسخ شدہ اور بگڑی ہوئی ہو' ہر جماعت میں پائی گئی ہے۔ باقی عبادات کے بارے میں تم کو یہ اتفاق رائے نظر نہیں آئے گا۔

اھم قرآنی موضوعات پر

خرّم مُراد کے ۱۴ ماڈل درسِ قرآن

تحریکی ضروریات پُوری کرنے کے لیے

گھروں میں، گاڑیوں میں، اجتماعات اور تربیت گاہوں میں

سُننے اور سُنانے کے لیے

الفاتحہ۔ التوبہ۔ النساء۔ یونس۔ الکھف۔ النحل۔ یٰسین
حٰم سجدہ۔ الواقعہ۔ الحدید۔ الحاقہ۔ الضحیٰ کی منتخب آیات
کے ۱۵ منٹ کے یہ مختصر درس ایمان کو تازگی بخشتے ہیں اور عمل پر اُبھارتے ہیں۔

اعزّہ و احباب کے لیے خوبصورت تحفہ

۷ کیسٹ کے خصوصی ڈبّے میں

ھدیہ: ۱۴۰/- روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

صدائے اسلام منصورہ لاھور ۵۴۵۷۰

کراچی میں ملنے کا پتہ: سمع و بصر امبر ھوٹل. نرسری. کراچی